پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی صورت حال

سید حیدر شاہ*

Abstract

The objective behind the creation of Pakistan was to establish an Islamic State based on the principles of freedom, equity, tolerance and social justice. In this state, security was granted to the non-Muslims to live according to their belief and creed. They were also given opportunity to promote their culture.

The Objective Resolution which was passed on March 12, 1949, always remained a preamble of every constitution of Pakistan. In this Constitutional Document, religious minorities were assured about their basic rights and religious freedom. In all the constitutions of Pakistan, they were given human and religious rights. They are free to practice their own religion and free to opt any profession. In the matter of justice, they are equally treated. If some one violated the rights of the minorities or commits agression against them, he is liable to be punished by the law. They can take part in the politics in National and Provincial Assemblies. They have their representation in parliament. They can enjoy equal benefits from the State. They can enjoy equal facilities of eduction and health services. They can join Army and other departments of the government. They are free to celebrate their festivals and live according to their own culture. Islamic State of Pakistan provides them full protection of life and property . Due to tolerance and equality on the part of muslim majority, religious minorities of Pakistan are enjoying peaceful and prosperous life.

* پروفیسر، شعبہ اسلامیات، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

تحریک آزادی میں قائد اعظم محمد علی جناح برصغیر پاک و ہند کی برطانوی استعمار سے آزادی کے علاوہ ملک میں تمام اقلیتوں کے تحفظ حقوق کے لیے بھی کوشش کرتے رہے۔یہاں ہندو اکثریت کے مقابلے میں مسلمان، بودھ، جینی، سکھ اور عیسائی وغیرہ تمام مذہبی اقلیتیں عدم تحفظ کا شکار تھیں۔ قائداعظم مسلمانوں کے علاوہ ان اقلیتوں کی بھی حمایت فرماتے تھے۔آپ نے تمام اہل ہند کو یقین دہانی کی بارہا کوشش کی تھی کہ حصول آزادی کا مقصد صرف مسلمانوں کی آزادی نہیں بلکہ سب قوموں کی آزادی ہے اور پاکستان میں آباد تمام اقلیتوں کو مکمل تحفظ حاصل ہو گا۔

Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah, Governor General designate of Pakistan, at a press conference on July 14,1947 in New Delhi assured the minorities in the Pakistan dominion that they would have protection with regard to their religion, faith, life, property and culture.[1]

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو بحیثیت نامزد گورنر اور صدر مجلس دستور ساز اسمبلی پاکستان کے موقع پر خطاب فرمایا:خواہ تمھارا رنگ، ذات اور مذہب کچھ ہی ہو مگر اب تم میں سے ہر ایک پاکستان کا شہری ہے، جس کے وہی تمام حقوق اور ذمہ داریاں ہیں جو کسی اور کی ہو سکتی ہیں، ہم کو اس جذبہ سے کام کرنا ہے، تھوڑے عرصے میں اکثریت اور اقلیت، ہندو قوم اور مسلم قوم کے قصے ختم ہو جائیں گے، خود مسلمانوں میں پٹھان، پنجابی، اور شیعہ، سنی وغیرہ ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں میں برہمن، ویش، کھتری، مدراسی وغیرہ ہیں، یہ سب تفرقات دور ہو جائیں گے۔ اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کی آزادی میں یہی مختلف چیزیں بڑی رکاوٹ رہی ہیں ورنہ ہم بہت پہلے آزاد ہو چکے ہوتے۔[۲]

قائد اعظم کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارداد مقاصد منظور کی جو پاکستان میں اہم قانونی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، اس دستاویز میں تمام اہل پاکستان کو مساوی حقوق دینے کی یقین دہانی کرائی گئی اور اس بات کی تصریح کی گئی کہ پاکستان میں بلا امتیاز رنگ ونسل اور قوم و مذہب سب کے ساتھ برابر کا سلوک کیا جائے گا۔اس قرارداد میں غیر مسلم اقلیتوں کے عقیدہ و مذہب کے متعلق درج ہے:

☆ اقلیتوں کے لیے اس امر کا مناسب و موزوں اہتمام کیا جائے گا کہ وہ اپنے مذہب و عقیدے پر آزادی سے کاربند رہ سکیں اور اپنی ثقافت کو ترقی دے سکیں۔

☆ اقلیتوں اور پسماندہ طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کے لیے مناسب دفعات کا اہتمام کیا جائے گا''۳ یعنی ان کے حق تلفی قابل سزا جرم تصور ہوگی۔

قرار داد مقاصد اگرچہ بہت واضح اور اسلام کی عکاس دستاویز تھی مگر اسمبلی میں اس پرمزید بحث کی گئی، اس بحث میں ہر نقطہ نظر کے ارکان نے حصہ لیا۔ چند غیر مسلم ارکان اسمبلی نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ یہ قرار داد غیر مسلم اقلیتوں کو دوسرے درجے کے شہری قرار دینے کی جانب ایک قدم ہے، جس پر وزیر اعظم جناب لیاقت علی خان مرحوم اور دوسرے متعدد مقررین نے یہ واضح کیا کہ اسلام کی شاندار روایات، رواداری اور انصاف اس بات کے ضامن ہیں کہ اسلامی مملکت میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا پورا پورا تحفظ ہوگا اور ان کو مکمل آزادی سے رہنے اور اپنے عقائد و روایات پر عمل کرنے کے مواقع حاصل ہوں گے۔

قرار داد کی منظوری کے باوجود اس کے عملی نفاذ میں تاخیر پر ملک کے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء نے متفقہ طور پر حکومت اور دستور ساز اسمبلی کو بار بار اسلامی دستور بنانے اور مروجہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے اور بدلنے کے فرائض کی طرف متوجہ کیا، اس سلسلے میں تمام مکاتب فکر کے ممتاز علماء کا ایک کنونشن ۲۱ تا ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو کراچی میں منعقد ہوا جس میں دستور سازی کے لیے بائیس بنیادی اصول پیش کیے گئے۔ اس کنونشن میں اکتیس علماء نے شرکت کی اور ان کے تمام فیصلے متفقہ طور پر ہوئے۔ علماء کرام کے ان متفقہ بائیس نکات میں بھی غیر مسلم اقلیتوں کے تحفظ حقوق کی ضمانت دی گئی تھی اور اہل پاکستان کے درمیان عقیدہ و مذہب یا رنگ ونسل کی بنیا د پر کوئی تفریق روانہیں رکھی گئی مثلا اس کے متعلق درج ہے

☆ '' مملکت بلا امتیا ز مذہب ونسل وغیرہ ایسے تمام لوگوں کی بنیادی انسانی ضروریات یعنی خوراک، لباس، مسکن، علاج و معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہوگی، جو اکتساب رزق کے قابل نہ ہوں یا نہ رہے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگاری اور بیماری یا دوسری وجوہات سے فی الوقت سعی اکتساب پر قادر نہ ہوں۔

☆ غیر مسلم باشندگان مملکت کو حدود قانون کے اندر مذہب و عبادات، تہذیب و ثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

☆ غیر مسلم باشندگان مملکت سے حدود شرعیہ کے اندر جو معاہدات کیے گئے ہوں ان کی پابندی لازمی ہوگی اور جن شہری حقوق کا ذکر دفعہ نمبر ۷ میں کیا گیا ہے ان میں سے غیر مسلم باشندگان سب برابر کے شریک ہوں گے۔

☆ ارکان و عمال حکومت اور عام شہریوں کے لیے ایک ہی قانون اور ضابطہ ہوگا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی‘‘۔[۴]

ان بائیس نکات میں اس امر کی ضمانت دی گئی تھی کہ پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں قانونی حقوق حاصل ہوں گے اور ملکی عدالتوں میں سب کے ساتھ کے یکساں پیمانے پر انصاف ہوگا۔ اہل پاکستان میں عقیدہ و مذہب کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ ارباب اقتدار نے پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوئی سنجیدہ اقدام نہیں کیا، لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ قیام پاکستان سے اب تک جس قدر دستور سازی ہوتی رہی ہے اس میں واضح طور پر غیر مسلم اقلیتوں کے تحفظ حقوق کی ضمانت موجود ہے، اور ان دساتیر میں اگر کسی شق پر اہتمام کے ساتھ عمل کیا گیا ہے تو وہ ان ہی غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری تھی۔ اسی وجہ سے پاکستان کی غیر مسلم اقلیتیں عمومی طور پر خوشحال اور سیاسی و سماجی لحاظ سے ترقی کی طرف گامزن ہیں۔

پاکستان میں تو روز اول ہی سے غیر مسلم اقلیتوں کو تحفظ حاصل تھا، جب کہ ہندوستان میں مسلم اقلیت کے ساتھ جارحانہ برتاؤ کیا جا رہا تھا۔ حکومت ہند کے ان مظالم کو روکنے کے لیے ۱۹۵۱ء کو وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خان نے ہندوستان کا دورہ کیا جس کے نتیجے میں اقلیتوں کا معاہدہ (Minorities Pact) ظہور میں آیا جس میں دونوں حکومتیں پابند تھیں کہ وہ اپنے ہاں کی اقلیتوں کو تحفظ فراہم کریں گی۔ اس کے علاوہ اس معاہدے میں دونوں ممالک میں اقلیتوں کی الگ وزارتیں قائم کرنے پر اتفاق ہوا اور یہ توقع کی گئی کہ اقلیتوں کے وزیر ان کے مسائل پر غیر جانبدارانہ توجہ دیں گے‘‘[۵] لیاقت علی خان نے پاکستان میں اقلیتوں کی سیاسی و سماجی حیثیت کے متعلق ایک موقع پر فرمایا: جیسا کہ ایک غیر مسلم نے حوالہ دیا:

Liaquat Ali Khan stated that "A non-Muslim could be at the head of administration of an Islamic state. Non-muslims, he said, would be welcomed into the government services of Pakistan, and the guarantees which were being given to them were much more comprehensive than those extented to the Muslims in the Dominion of India".[۶]

۱۹۵۶ء کو پاکستان کا پہلا دستور منظور ہوا۔ اس دستور میں اہلیان پاکستان کے جملہ حقوق کے مساوی تحفظ کی ان الفاظ میں ضمانت دی گئی تھی:

چونکہ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے اعلان کے مطابق اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصولوں پر مبنی ایک جمہوری ریاست ہوگی جس میں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کا اسلامی تعلیمات کے مطابق مکمل نفاذ ہوگا اور جس میں اقلیتوں کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی اور ثقافت کی نشوونما کی مکمل آزادی ہوگی اور جس میں عدلیہ کو مکمل آزادی ہوگی اور پاکستان کے مختلف علاقوں کی سلامتی و تحفظ اور اس کے شہریوں کے تمام حقوق کا مکمل احترام ہوگا تاکہ اہل پاکستان اقوام عالم میں اپنا وقار اور جائز مقام حاصل کرسکیں اور عالمی امن و انسانی برادری کی ترقی و خوشحالی میں بھرپور کردار انجام دے سکیں، لہٰذا اہل پاکستان اپنی دستور ساز اسمبلی کے ذریعے اس آئین کی منظوری اور اس کے نفاذ کا اعلان کرتے ہیں"[7]

مذہبی حقوق

اس دستور کی تمہید میں اقلیتوں کے مذہبی و بنیادی حقوق کے تحفظ و پاسداری کے متعلق درج ہے:

☆ اقلیتوں کے مذاہب کی حفاظت کی جائے گی اور وہ اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے میں آزاد ہوں گے۔

☆ ہر شہری کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہوگا، اس کے علاوہ وہ جس طرح چاہے اپنے مذہبی ادارے کا انتظام کرے، اس میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

☆ کسی شخص کو اپنے مذہب کے سوا دوسرے مذہب کے مقاصد پورا کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔"[8]

اس دستور کی رو سے اقلیتوں کو اپنے مذاہب کی اشاعت و ترویج، مذہبی عبادت گاہوں کی تعمیر وحفاظت اور مذہبی کتب کی درس و تدریس اور طباعت و اشاعت کی مکمل آزادی دی گئی اور اس بات کی ضمانت دی گئی کہ کسی کو بھی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی کے مال و جائیداد وغیرہ کو کسی اور مذہب کی تعمیر و ترقی کے لیے جبراً استعمال کیا جائے گا۔مثلاً کسی ہندو کی زمین پر مسجد بنانا یا ان سے مساجد ومدارس کی ضروریات کے لیے جبراً چندہ وغیرہ لینا۔ چنانچہ پاکستان کی تمام غیر مسلم اقلیتیں آزادانہ اپنی مذہبی رسومات ادا کرتی ہیں، مذہبی درس و تدریس کے ادارے قائم

کر رکھے ہیں، مذہبی اجتماعات منعقد کرتی ہیں، ان کی مذہبی کتب کی آزادانہ طباعت و اشاعت ہوتی ہے اور کھلے عام بازار میں فروخت ہوتی ہیں، عیسائیوں کے مستقل تبلیغی ادارے پاکستان میں سرگرم عمل ہیں، انہوں نے ہر بڑے شہر میں مشنری سکول اور ہسپتال قائم کر رکھے ہیں، ان کے قدیم مندر اور گرجے وغیرہ بدستور قائم ہیں اور ان کی حفاظت حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔

بنیادی حقوق

۱۹۵۶ء کے آئین میں بنیادی حقوق کی فہرست میں اس طرح درج ہے:

☆ پاکستان کے تمام شہری قانون کی نظر میں مساوی حیثیت کے مالک ہیں اور انہیں مساوی قانونی تحفظ حاصل ہے، اس کے علاوہ کسی فرد کی زندگی یا آزادی کو بغیر مروجہ قانون کے حرکت میں لائے ہوئے خطرے میں نہیں ڈالا جا سکتا۔

☆ کوئی شہری بھی جو کسی مذہبی ادارے میں شامل ہو اور وہاں سے علم حاصل کر رہا ہو تو اسے کسی دوسرے ادارے میں شمولیت کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کسی شخص پر جائے پیدائش، مذہب یا ذات کی بناء پر کسی بھی تعلیمی ادارے میں داخلہ لینے پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی''[۹]

لہٰذا پاکستانی شہریوں میں مذہب و عقیدہ کی بناء پر کوئی تفریق روا نہیں رکھی جاتی۔ اقلیتوں کی مخصوص مذہبی تعلیم کے علاوہ انہیں ملک کے دیگر تعلیمی اداروں میں حصول علم کی سہولت حاصل ہے۔ تکنیکی اور فنی تعلیم کے شعبوں میں اقلیتوں کا کوٹہ مختص کیا گیا ہے جس کے باعث ہندو، عیسائی اور پارسی وغیرہ بھی ان اداروں سے مستفید ہوکر اپنی علمی و فنی صلاحیتوں کی بناء پر اعلیٰ سرکاری عہدوں کے اہل قرار پاتے ہیں۔

سیاسی حقوق

اس دستور میں اقلیتوں کے سیاسی حقوق کو بھی تسلیم کیا گیا ہے، چنانچہ مذکور ہے:

''ریاست اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرے گی اور ان کو وفاقیت اور صوبوں میں مناسب نمائندگی دے گی''[۱۰]

اس دستور میں ایک اہم اور قابل ذکر بات یہ ہوئی کہ پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا جس میں غیر مسلموں کو بھی حکومت میں حصہ لینے کے لیے مساوی حقوق حاصل ہوگئے۔ صرف

ایک فرق واضح کیا گیا، وہ یہ کہ صدر پاکستان مسلمان ہوگا۔ مگر حقیقی اختیارات کابینہ اور وزیر اعظم کے پاس تھے۔ کابینہ اور ایوان میں اقلیتوں کے نمائندے موجود تھے جو ان کے خلاف ہونے والی کسی بھی زیادتی پر احتجاج و مدافعت کا پورا حق رکھتے تھے۔ اس طرح پاکستان کے ہر نئے دستور میں اقلیتوں کے تحفظ حقوق پر زیادہ اہتمام سے توجہ دی گئی۔

۱۹۶۲ء میں پاکستان میں دوبارہ آئین سازی ہوئی۔ اس میں بھی غیر مسلم اقلیتوں کو لازمی طور پر تحفظ حقوق کی ضمانت فراہم کی گئی، چنانچہ اس کے دیباچہ میں مذکور ہے :

''پاکستان میں جمہوریت، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کی پابندی کی جائے گی، اقلیتوں کے جائز مفادات کی حفاظت کی جائے گی''[۱۱]

۱۹۶۲ء کے آئین میں تمام اہلیان پاکستان کی بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم تمام مذہبی، معاشرتی وسیاسی حقوق کے مساویانہ تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے:

☆ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہوں گے اور انہیں مساوی قانونی تحفظ حاصل ہو گا۔
☆ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والوں کو اپنے مذہب کا پرچار کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔
☆ ذات، نسل یا مذہب کی بنیاد پر کسی بھی شہری پر کسی تعلیمی ادارے میں داخلے پر پابندی نہیں لگائی جائے گی۔
☆ ہر شہری اپنی ثقافت اور زبان کے تحفظ کا حق دار ہو گا۔[۱۲]

ملک میں ۱۹۶۹ء کے ہنگاموں اور سیاسی انتشار کے بعد جنرل یحییٰ خان نے زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لی تو نتیجتاً ۱۹۶۲ء کا دستور کالعدم ہوگیا۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ، سقوط مشرقی پاکستان اور اختتام مارشل لاء پر ذوالفقار علی بھٹو کے زیر اقتدار جب عوامی حکومت قائم ہوئی تو ۱۹۷۳ء کی آئین سازی سے قبل ۱۹۷۲ء میں درمیانی وقفہ کے لیے جو آئین تشکیل دیا گیا اس میں بھی مذہبی اقلیتوں کے حقوق کو شامل کیا گیا، جس میں ان کی مذہبی آزادی کے متعلق درج ہے:

☆ ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور وہ اپنے مذہب کا پرچار بھی کر سکے گا اور وہ مذہبی ترقی کے لیے ادارے قائم کر سکے گا، ایسے تمام ادارے ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں گے۔
☆ ہر شہری کو اپنی خواہش کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کا حق میسر ہو گا اور وہ کسی بھی تعلیمی

ادارے میں داخلہ لے سکے گا۔ اس میں کسی طرح بھی رنگ ونسل اور مذہب یا برادری کی پابندی نہیں لگائی جائے گی'' [۱۳] یعنی وہ چاہے جس مذہب یا نسل سے تعلق رکھتا ہو اس کو کسی بھی تعلیمی ادارے میں داخلہ لینے سے نہیں روکا جاسکتا۔

اس کے بعد ۱۹۷۳ء میں متفقہ طور پر قانون سازی ہوئی، اس آئین میں گزشتہ دساتیر کی نسبت زیادہ اہتمام کے ساتھ اسلامی دفعات کے شمول کا التزام کیا گیا اور اسلامی تشخص اور نظریہ کی بحالی کی کوشش کی گئی۔ اس میں اقلیتوں کے متعلق یہ درج ہے:

Freedom to profess religion and to manage religious institution.

Subject to law, public order and morality:-

(a) every citizen shall have the right to profess, practise and propagate his religion; and

(b) every religious denomination and every sect thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institutions.

21. Safeguard against taxation for purposes of any particular religion.

No person shall be compelled to pay any special tax the proceeds of which are to be spent on the propagation or maintenance of any religion other than his own.

22. Safeguard as to educational institutions in respect of religion, etc.

(1) No person attending any educational institution shall be required to receive religious instruction , or take part in any religious ceremony, or attend religious worship, if such instruction, ceremony or worship relates to a religion other than his own.

(2) In respect of any religious institution, there shall be no discrimination against any community in the granting of exemption or concession in relation to taxation.

(3) Subject to law:

(a) no religious community or denomination shall be prevented from providing religious instruction for pupils of that community or denomination in any educational institution maintained wholly by that community or denomination; and

(b) no citizen shall be denied admission to any educational institution receiving aid from public revenues on the ground only of race, religion, caste or place of birth.

(4) Nothing in this article shall prevent any public authority from making provision for the advancement of any socially or educationally backward class of citizens.[۱۴]

پھر ۱۹۷۴ء میں ایک ترمیم کے ذریعے ۱۹۷۳ء کے دستور میں عقیدہ ختم نبوت کو باضابطہ طور پر مسلمان ہونے کی شرط قرار دیا گیا۔ اس طرح قادیانیوں کو خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی اور کو بھی رسول یا نبی ماننے کی وجہ سے خارج از اسلام قرار دیا گیا اور وہ قانونی طور پر مسلمان کہلانے کی سعادت سے محروم ہوگئے۔ قادیانی اسلام کے لبادے میں مسلمانوں کو دھوکہ دے کر ان کے عقائد کو بگاڑتے اور خود ساختہ نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت میں داخل کرتے تھے جس کی وجہ سے عالم اسلام میں ان کے خلاف غم و غصہ میں اضافہ ہو رہا تھا اور خون ریز تصادم بھی ہوا۔ لہٰذا عوام کے بھر پور مطالبے اور احتجاج پر سابق صدر ضیاء الحق نے اس کے متعلق ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو یہ آرڈیننس جاری کیا:

''تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸۔بی کا اضافہ کیا گیا جس کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا قادیانی کے جانشینوں یا ساتھیوں کو'' امیرالمومنین'' یا ''صحابہ'' یا اس کی بیوی کو'' ام المومنین'' یا اس کے خاندان کے افراد کو'' اہل بیت'' کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عبادت گاہ کو'' مسجد'' کہے، تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔ ۱۵

قادیانیوں کو اگرچہ غیرمسلم قرار دیا گیا مگر بحیثیت پاکستانی شہری ان کے تمام بنیادی حقوق بدستور بحال رہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں حسب سابق تمام غیر مسلم اقلیتوں کو تحفظ حقوق کی مکمل ضمانت دی گئی اور ان سب کو بشمول قادیانی جماعت کے اپنے اپنے عقیدے و مذہب پر عمل کی آزادی دی گئی۔

تعزیرات

تعزیرات پاکستان میں تمام مذاہب کو تحفظ حاصل ہے اور خلاف ورزی کرنے پر مختلف سزائیں تجویز کی گئی ہیں، مثلاً ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ کے نمبر ۲۹۵ میں درج ہے'' کسی جماعت کے مذہب کی تذلیل کی نیت سے عبادت گاہ کو نقصان پہنچانا یا نجس کرنا، جو کوئی شخص کسی عبادت گاہ کو یا کسی ایسی چیز کو جو اشخاص کی کسی جماعت کی طرف سے مقدس سمجھی جاتی ہو اس نیت سے تباہ کرے یا نقصان پہنچائے یا ناپاک کرے کہ بایں طور وہ اشخاص کی کسی جماعت کے مذہب کی تذلیل کرے یا

اس علم کے ساتھ کہ اشخاص کی کسی جماعت کی مذکورہ تباہی، نقصان یا ناپاکی کو ان کے مذہب کی تذلیل سمجھنے کا احتمال ہو تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو دو سال تک ہوسکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

۲۹۵۔الف: جو کوئی شخص (پاکستان کے شہریوں) کی کسی جماعت کے مذہبی جذبات کی بے حرمتی کرنے کے ارادی اور کینہ ورانہ مقصد سے الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا دکھائی دینے والے خاکوں کے ذریعے، مذکورہ جماعت کے مذہب یا مذہبی اعتقادات کی تذلیل کرے یا تذلیل کرنے کی کوشش کرے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو دو سال تک ہوسکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

۲۹۶: مذہبی اجتماع میں خلل ڈالنا

جو کوئی شخص ایسے اجتماع میں جو جائز طریقہ پر مذہبی عبادات یا مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مصروف ہو عملاً خلل ڈالے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو ایک سال تک ہوسکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

۲۹۷ : مقامات تدفین میں بے جا مداخلت کرنا

جو کوئی شخص کسی کے مذہب کی تذلیل کرنے کی نیت سے یا اس علم سے کہ اس طرح سے کسی شخص کے جذبات مجروح ہونے یا کسی شخص کے مذہب کی تذلیل کرنے کا احتمال ہے، کسی عبادت گاہ میں یا کسی دفن کرنے کی جگہ پر یا کسی ایسی جگہ پر جو رسومات تدفین کی انجام دہی کے لیے یا متوفی کی نعش کے محافظ خانہ کے طور پر مخصوص کر دی گئی ہو مداخلت بے جا کا ارتکاب کرے یا کسی انسانی نعش کی بے حرمتی کرے یا ان اشخاص سے فساد کرے جو مراسم تدفین کے لیے جمع ہوئے ہوں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو ایک سال تک ہوسکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

۲۹۸: مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے ارادی مقصد سے الفاظ وغیرہ کہنا

جو کوئی شخص کسی شخص کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے ارادی مقصد سے مذکورہ شخص کی نظروں کے سامنے کوئی اشارہ کرے یا مذکورہ شخص کی نظروں کے سامنے کوئی شئے رکھ دے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو ایک سال تک ہوسکتی ہے یا جرمانے کی

سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

۲۹۸۔الف : مقدس شخصیات کے بارے میں توہین آمیز الفاظ وغیرہ کا استعمال

جو کوئی الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے یا کسی تہمت، کنایہ یا درپردہ تعریض کے ذریعے بلا واسطہ رسول پاک ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ "ام امومنین" یا رسول پاک ﷺ کے خاندان کے کسی فرد (اہل بیت) یا رسول پاک کے خلفائے راشدین یا ساتھیوں (صحابہ کرام) میں سے کسی کے متبرک نام کی توہین کرے گا تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے جو تین سال تک ہوسکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ [۱۶]

تمام اہلیان پاکستان کے عقیدہ و مذہب کے تحفظ اور ان کے جذبات کے احترام کی خاطر ان تعزیرات کا نفاذ عمل میں آیا۔ ملک کی مسلم اکثریت کی جانب سے غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ عام طور پر رواداری کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ان میں سے اہل کتاب مثلاً یہود و نصاریٰ کے انبیاء علیہم السلام کا ذکر مسلمان خود ان کی نسبت زیادہ احترام کے ساتھ کرتے ہیں، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ کر ان کا نام لیتے ہیں اور ان کی مذہبی کتابوں پر مسلمان ایمان رکھتے ہیں اور ان کے انکار یا توہین کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اہل کتاب کے علاوہ دیگر مذاہب مثلاً ہندو مت، بدھ مت اور پارسی مذہب کا بھی مسلمان اس طرح احترام کرتے ہیں کہ کبھی ان کے مذہبی رہنماؤں کے متعلق نا زیبا گفتگو نہیں کرتے نہ انہیں برے القاب سے یاد کرتے ہیں نہ ان کی مذہبی کتب کی بے حرمتی کی کوشش کرتے ہیں اور نہ کسی کی عبادت گاہ کی بے حرمتی یا انہدام کی جسارت کرتے ہیں۔ اگر کبھی کسی شخص نے ایسی حرکت کا ارتکاب کیا ہے تو حکومت کی جانب سے فوری طور پر اس کا انسداد کیا گیا ہے۔اس وجہ سے پاکستان میں مذہبی اقلیتیں بلا کسی تشویش کے اپنے مذاہب پر آزادی کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔

مذہبی اقلیتوں کی عمومی حالت

پاکستان میں کافی تعداد میں مذہبی اقلیتیں پائی جاتی ہیں۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق یہ پورے ملک کا ۱۱.۹ فیصد تھے اور اب تین فیصد بتائی جاتی ہیں۔ اس حساب سے ان کی کل تعداد تقریباً پینتالیس لاکھ اکیس ہزار بنتی ہے۔ [۱۷] ان میں ہندو، عیسائی، پارسی، بدھ، سکھ اور احمدی شامل ہیں۔

بدھوں کی اکثریت مشرقی پاکستان میں آباد تھی، تقسیم کے بعد اب یہاں بہت کم رہ گئے ہیں۔ پاکستان میں انہیں بحیثیت اقلیت کافی اہمیت دی گئی۔ برطانوی دور اقتدار میں چٹاگانگ کے بودھوں کو ہندوؤں کے ساتھ شمار کیا جاتا تھا، ان کی الگ شناخت نہ تھی، انہیں ووٹ دینے کا حق نہیں تھا، ان کی کوئی سیاسی حیثیت نہ تھی، وہ ملک کی انتظامیہ میں کوئی آواز بلند نہیں کر سکتے تھے اور کسی قانون ساز ادارے میں منتخب نہ ہو سکتے تھے، قیام پاکستان تک بدھوں کو سیاسی میدان میں کوئی رسائی نہ تھی۔ اب پاکستان میں بنیادی جمہوریتوں کے تعارف کے ساتھ بودھ یونین کونسل، تھانہ کونسل، سب ڈویژنل کونسل اور صوبائی کونسل کے رکن بننے لگے، حکومت نے پاکستان دستور ساز اسمبلی کی ایڈوائزری کمیٹی برائے اقلیتی حقوق میں ایک بدھ نمائندہ شامل کیا، مشرقی پاکستان کے قبائلی بدھ جو ملک کی بدھ آبادی کا اکثریتی حصہ تھے انہیں حقیقی انتظامی آزادی و اختیار دیا گیا تھا اور ان کے قبائلی سردار بیرونی مداخلت کے بغیر اپنے سارے قبائلی معاملات کا انتظام سنبھالتے تھے۔۱۸

حکومت پاکستان نے چٹاگانگ ہل ٹریک میں، جو بدھوں کا اکثریتی علاقہ ہے، کرناپلی پیپر مل اور کرناپلی ہائیڈرو الیکٹرک پروجیکٹ قائم کیے، نئی سڑکیں اور پل بنائے، نہریں نکالیں، عام سکول، ٹیکنیکل سنٹر اور اعلیٰ تعلیمی ادارے کھولے، صوبے کے مختلف تعلیمی اداروں مثلاً سکول، کالج اور ٹیکنیکل سنٹرز کے طلباء کو وظائف دیے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ بودھوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی، مشرقی پاکستان میں ان کی پانچ سو سے زائد مذہبی خانقاہیں تھیں جہاں مذہبی درس و تدریس اور عبادات کی ادائیگی ہوتی تھی۔ چٹاگانگ ہل ٹریک میں ۱۶۸ بودھ مندر تھے، ۱۹۵۱ء میں چٹاگانگ میں ایک بدھ خانقاہ کی حکومت کی جانب سے تعمیر نو کی گئی، ڈھاکہ میں کمال پور خانقاہ کے لیے حکومت نے قطعہ اراضی مہیا کیا اور کافی رقم ان بدھ خانقاہوں اور مندروں کی تعمیر نو کے لیے مہیا کی جو سمندری طوفان کی وجہ سے منہدم ہو گئے تھے۔۱۹

ہندو

ہندوؤں کی اکثریت بھی مشرقی پاکستان میں آباد تھی اور مغربی پاکستان میں یہ سندھ اور بلوچستان میں کافی تعداد میں آباد ہیں مشرقی پاکستان کے نمایاں ہندو رہنماؤں میں بابو بھوبھانی شنکر بسواس سب سے نمایاں تھے، وہ گورنر کے وزراء کونسل کے لیے وزیر صحت تھے ان کے علاوہ دوسرے

اہم رہنما بھوپیش چندر انندی، خاگندرا چندرا چکرورتی، سنیل باسو، ڈاکٹر ایم این نندی، ڈی این براری، ڈاکٹر جی سی ڈیو، مسٹر بی ایس بسواس، مسٹر راشراج منڈل اور مسٹر نالی سینگ پتا تھے۔ تحریک پاکستان میں چندولعل ڈپٹی سیکریٹری پنجاب اسمبلی کے عہدہ پر فائز رہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد قائد اعظم نے جو پہلی کابینہ تشکیل دی اس میں جوگندر ناتھ منڈل کو جو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس کے اولین صدر مقرر کیے گئے تھے، پاکستان کا پہلا وزیر قانون مقرر کیا۔ قانون کے ساتھ ساتھ انہیں تعلیم اور محنت کے اہم شعبے بھی دیئے گئے۔ ۲۰ جسٹس بھگوان داس کو پہلے سندھ ہائی کورٹ اور پھر سپریم کورٹ کا جج بنایا گیا، کرنل کنتھ موہن رئے کو ۱۴ اگست ۱۹۹۱ء کو صدر مملکت نے پاکستان آرمی کے اعلیٰ ترین اعزاز ستارہ امتیاز ملٹری کے تمغہ سے نوازا۔ ۲۱

پاکستان میں ہندو پبلک ملازمتوں، عدلیہ اور تعلیمی اداروں میں مناسب نمائندگی رکھتے ہیں۔ وہ پروفیسر، ڈاکٹر اور انجینئر کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ کوئٹہ بلوچستان میں کیلاش ناتھ کوہلی ہائی کورٹ کے جج رہے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں ہندو بہت سی ٹیکسٹائل ملوں کے مالک تھے اور صوبے میں درآمد و برآمد کے بڑے حصے پر چھائے ہوئے تھے، سندھ اور بلوچستان میں یہ تجارتی طور پر کافی مستحکم ہیں، صوبہ سندھ میں بعض ہندو زرعی زمینوں کے مالک بھی ہیں۔ ۲۲

ہندو پاکستان میں اپنے رسم و رواج اور ثقافت کے مطابق عمل کرنے میں بالکل آزاد ہیں ۲۳ مارچ ۱۹۶۲ء کو صدر ایوب خان نے ایک ریڈیو تقریر میں کہا تھا:

'' اپنے نظریات کو ترقی دیتے وقت ہمیں ہرگز اپنے اندر موجود اقلیتوں کو تحفظ، ترقی اور بہتری کو نظر انداز نہیں کرنا ہے، قانون مکمل طور پر ان کے حقوق کی یقین دہانی کراتا ہے اور ہمیں لازمی طور پر ان حقوق کا احترام کرنا ہے'' ۲۳

تعلیم کے میدان میں ہندوؤں کو وہ سب سہولتیں حاصل ہیں جو مسلم طلباء کو دی جاتی ہیں۔ مذہب، عقیدہ یا قوم کی بناء پر کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا، فنی تعلیم کے اداروں میں اقلیتوں کا الگ کوٹہ مختص ہے، اس کے علاوہ وہ اپنے مذہبی اداروں میں بھی آزادانہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اچھوتوں کو بھی تعلیمی میدان میں مساوی مواقع حاصل ہیں، سرکاری تعلیمی اداروں میں ان کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہیں برتا جاتا۔ ہندوؤں کو ہر طرح کا تحفظ مہیا کیا جاتا ہے۔ بابری مسجد کے سانحہ کے عوامی ردعمل میں

ملک کے کئی مقامات پر مندروں کے خلاف جارحانہ اقدامات کیے گئے مگر حکومت نے بروقت مداخلت کرکے انہیں تحفظ فراہم کیا اور ان کے نقصانات کی تلافی میں کوشش کی جس سے ہندو بلا خوف و خطر اپنے مندروں میں مذہبی عبادات اور رسومات ادا کرتے ہیں، اپنے مذہبی تہوار مناتے ہیں۔ ان تہواروں میں مندروں کے علاوہ اپنی دکانوں اور مکانوں پر چراغاں کرتے ہیں، ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے ہیں، کھیل تماشے کرتے ہیں، میلے منعقد کرتے ہیں جن میں دور دراز سے ہندو ہر سال جمع ہوتے ہیں۔ مسلم اکثریت کی جانب سے کبھی ان میں مداخلت نہیں ہوئی۔ ایک ہندو مصنف اتر چند کے مطابق صرف سندھ میں پچاس ہزار ہندو خاندان آباد ہیں اور یہ ہر دور میں اپنے مسلمان ہمسایوں کے ساتھ مکمل امن و تحفظ کی زندگی گزارتے رہے ہیں۔[۲۴]

ہندوستان میں مسلم اقلیت کے خلاف عموماً جارحیت ہوتی رہتی ہے جس میں ان کی مساجد، کاروبار اور جان و مال کا نقصان ہوتا ہے، مگر ردعمل کے طور پر یہاں کی ہندو اقلیت کو کبھی نہیں ستایا جاتا۔ بابری مسجد کے سانحے کے علاوہ یہاں کبھی ہندو اقلیت کے خلاف جارحیت کا ارتکاب نہیں کیا گیا۔ ماضی قریب میں گجرات میں ہزاروں مسلمانوں کی جانوں، املاک اور مذہبی اداروں کی تباہی کے باوجود پاکستان میں مکمل سکون رہا، نیز جموں و کشمیر میں بھارتی افواج کے ہاتھوں بے شمار کشمیری مسلمانوں کے قتل اور ہزاروں مسلم خواتین کی عصمت دری کے ردعمل میں یہاں کی ہندو عوام کے خلاف ایسا کوئی اقدام نہیں ہوا۔

پست ذاتوں کے بہت سے ہندو اور عیسائی سندھ اور پنجاب میں زراعت کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ پاکستان میں مضبوط جاگیردارانہ نظام کے سبب مسلم و غیر مسلم سب ہاریوں کا استحصال ہوتا ہے، نیز پاکستانی پولیس کے نامناسب و جابرانہ سلوک کی اکثریت و اقلیت سب کو شکایت ہے۔ ملک میں نظم و ضبط کی کمزور حالت کے باعث مختلف جرائم مثلاً چوری، ڈاکہ، اغوا برائے تاوان، عصمت دری اور دہشت گردی وغیرہ سے ہر پاکستانی پریشان ہے، اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اس کے باوجود مجموعی طور پر یہاں کی اقلیتیں بہتر حالت میں ہیں۔

پارسی

۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں پارسی تقریباً سات ہزار نفوس پر مشتمل تھے۔

تعداد میں کمی کے باوجود یہ لوگ عام طور پر تعلیم یافتہ، محنتی، ذہین، سرمایہ کار اور ترقی پسند واقع ہوئے ہیں، اس لیے عام طور پر یہ طبقہ معاشی و سماجی لحاظ سے اعلیٰ معیار زندگی کا حامل رہا ہے۔ پاکستانی قوم میں صرف پارسی برادری سو فیصد تعلیم یافتہ ہے۔ ۲۵

ان کی اہم شخصیات نے ملک میں اہم نوعیت کے کاموں میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔مثلاً جمشید نوشیروان جی مہتا تیرہ سال تک سندھ میونسپلٹی کے میئر رہے، جمشید اے مارکر اقوام متحدہ میں پاکستان کے نمائندہ رہے بلکہ انہوں نے اقوام متحدہ میں سلامتی کونسل کے صدر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں، ان کے والد بھی امریکہ میں پاکستان کے سفیر رہے۔ ۲۶ جسٹس دراب پٹیل ہائی کورٹ اور پھر سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج رہے، وہ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے بانی رکن اور چیئرمین بھی تھے، انہیں بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ کے پہلے وائس چانسلر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔۲۷ ایس آر پونیگرصوبہ بلوچستان کے ایڈیشنل چیف سیکریٹری ہونے کا علاوہ اسلام آباد میں اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ پارسی برادری کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی رہی ہے، ابھی ماضی قریب میں محترمہ روشن برچہ بلوچستان کی صوبائی وزیر تھیں۔

پارسی ملکی سطح پر سماجی، تعلیمی اور تجارتی میدانوں میں کافی حصہ لیتے رہے ہیں۔ ان میں ڈاکٹرز، ماہرین تعلیم، سماجی کارکن اور اعلیٰ سرکاری اہلکار پائے جاتے ہیں، پارسی خواتین بھی سماجی خدمات کے اداروں کی معاونت میں پیش پیش رہی ہیں، مثلاً بیگم گول منوالا ایک سرگرم اور انتھک سماجی کارکن تھیں، جنہوں نے کئی سماجی اور بہبودی کانفرنسوں میں بیرون ملک پاکستان کی نمائندگی کی اور ملک کے اندر بھی بہت سی خدمات سرانجام دیں۔ پارسیوں نے قیام پاکستان کے موقع پر مہاجرین کی آبادکاری کے لئے مالی امداد اور دیگر کوششوں میں خوب حصہ لیا اور اس مقصد کے لیے قائم کردہ جناح میموریل فنڈ کو کم نہ ہونے دیا۔۲۸

پارسیوں اپنی مذہبی سرگرمیوں میں مکمل آزادی حاصل ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں انہیں مسلم اکثریت یا حکومت کی جانب سے کسی نامناسب سلوک کی کبھی شکایت نہیں ہوئی۔

یہودی

پاکستان میں یہودی بہت قلیل تعداد میں ہیں، حکومت پاکستان نے سلطنت اسرائیل کو تسلیم نہیں

کیا اور اسرائیل کے فلسطینی مسلم علاقوں اور بیت المقدس پر ناجائز تسلط کی وجہ سے عالم اسلام میں اس کے خلاف غم و غصہ پایا جاتا ہے، مگر پاکستان میں یہودی اقلیت کے متعلق قابل احترام رویہ پایا جاتا ہے اور بلا شبہ ان کے خلاف نفرت و عداوت کا جذبہ نہیں پایا جاتا ہے۔[۲۹]

سکھ

سکھوں کی اکثریت تقسیم کے وقت ہندوستان نقل مکانی کر گئی تھی، اب ملک میں ان کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ یہ تجارت و حکمت وغیرہ کے شعبوں سے منسلک ہیں۔ یہ اپنے مذہبی معاملات میں بالکل آزاد ہیں۔ ان کے تاریخی اہمیت کے مقامات اور گوردوارے اب تک محفوظ ہیں جن کی یاترا کے لیے ہر سال کافی تعداد میں سکھ یاتری دنیا کے مختلف ممالک سے یہاں آتے ہیں، حکومت پاکستان انہیں ضروری سہولتیں فراہم کرتی ہے۔ پاکستان کے سکھ شہریوں کو معاشی، سماجی اور مذہبی طور پر تحفظ حاصل ہے۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں دیگر اقلیتوں کے ساتھ انہیں بھی نمائندگی حاصل ہے۔

احمدی

یہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی و مجتہد ماننے والی جماعت ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے بنیادی اسلامی عقیدے سے انکار کی وجہ سے انہیں ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، اس کے بعد سے انہیں دیگر مذہبی اقلیتوں کے مساوی حقوق حاصل ہیں۔ یہ واحد اقلیت ہے جو عام مسلمانوں میں شامل رہ کر سادہ لوح اور کم علم مسلمانوں کو احمدی بنانے کی کوشش کرتی ہے اور اب اپنی الگ شناخت پر یہ لوگ مسلم اکثریت اور حکومت سے ناراض ہیں۔ مسلم اکثریت ان کے مذہبی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرتی جب کہ یہ اسلام کے لبادے میں اپنے مخصوص نظریات کو مسلمانوں میں پھیلانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

عیسائی

پاکستان میں سب سے بڑی مذہبی اقلیت عیسائیوں کی ہے جو ملک کی پوری آبادی کا ۱.۵ فیصد بنتی ہے۔ عیسائی یہاں کئی نسلوں سے آباد ہیں اور تقسیم کے بعد انہوں نے پاکستان میں رہنے کو ترجیح دی۔ آزادی کے بعد کچھ عیسائی ہندوستان سے بھی یہاں رہنے کو آئے تھے۔ ایک عیسائی لیڈر مسٹر سی ای گبن ہندوستان سے پاکستان آئے اور قومی اسمبلی کا ڈپٹی سپیکر بن گئے تھے۔ اس کے علاوہ کئی اور

عیسائی اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں مثلاً قیام پاکستان کے بعد برطانوی نژاد مسیحی جسٹس آر جی سن بدستور ہائی کورٹ لاہور کے جج کی حیثیت سے اپنے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ مسٹر اے آر کارنیلیس پاکستان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس، مسٹر ایچ ٹی رائمنڈ مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے جج، مسٹر سی ایکس لوبو سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھے جو یو این او میں پاکستانی وفد کے رکن کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔ سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر کانسٹائن تھے اور ۱۹۹۷ء میں سندھ ہائی کورٹ میں جسٹس ایم ایل شاہانی جج بن گئے۔ ۳۰

قیام پاکستان کے وقت قائد اعظم نے حکومت برطانیہ سے کافی تعداد میں انگریز فوجی و غیر فوجی افراد کی خدمات مستعار لی تھیں۔ ان میں سے تین صوبائی گورنر مقرر ہوئے اور بہت سے افسر انتظامیہ کے مختلف شعبوں میں اعلیٰ عہدوں پر تعینات ہوئے۔ پاکستان کی بری، بحری اور ہوائی فوجوں کی تشکیل کا کام بھی انگریز افسروں کے سپرد کیا گیا تھا اور کافی عرصہ تک ان کی کمان انگریزوں کے ہاتھ میں رہی۔ ۳۱ ائیر کموڈور ایم ایل کارڈیرو جیل خانہ جات کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل، مسٹر پرسی پنٹو گورنمنٹ پاکستان کے وزیر مالیات کے ڈپٹی سیکریٹری، مسٹر اے برنگنزا پاسپورٹ اور امیگریشن کے ڈپٹی ڈائریکٹر، مسٹر سٹیفن مینیزس گورنمنٹ پاکستان کے ٹریڈ مارک کے ڈپٹی ڈائریکٹر بنے، مسٹر ایس ایم برکی کینیڈا میں پاکستان کے سفیر رہے، کرنل ڈبلیو ہربرٹ نے ۱۹۷۱ء کی جنگ میں حصہ لیا پھر وہ رکن اسمبلی منتخب ہوئے اور جونیجو دور حکومت میں وزارت دفاع میں پارلیمانی سیکریٹری دفاع بنائے گئے۔ ۳۲ صوبہ سندھ میں کولن کامران دوست ڈپٹی سیکریٹری ہوم کے عہدے پر فائز رہے، دلشاد نجم الدین پنجاب میں ڈی آئی جی پولیس، بلوچستان اور سندھ میں آئی جی پولیس اور پھر نارکوٹکس کنٹرول بورڈ کے ڈائریکٹر جنرل رہے۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان ریلوے میں جے ایف رابنسن، ای ایس او سبون اور جوزف میلو چیر مین پاکستان ریلوے بورڈ اور ہارون اسیر ڈائریکٹر آپریشن رہے۔ ۳۳ ونیس ای حسین پورے پاکستان کے واپڈا کے جنرل منیجر، ایچ ایل فیلبوس اور ایرک میسی بطور ڈائریکٹر جنرل رہے۔ بیرونی تعلقات میں سیموئل برگ، سیموئیل جوشوا سفیر اور چیف پروٹوکول، کرنل سوشیل ٹریسلر بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کے چیف پروٹوکول آفیسر رہے۔ ۳۴

بڑے شہروں میں بہت سے مسیحی نجی فرموں اور تجارتی اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔

سرکاری محکموں میں بہت سے مسیحی ڈاکٹر، قانون دان اور ماہرین تعلیم موجود ہیں، مثلاً اے پی آر پنٹو کراچی کے مشہور سرجن رہے ہیں۔ حکومت پاکستان مقابلے کے امتحانات کے ذریعے جو اہلکاروں کا چناؤ کرتی ہے اس میں بھی اقلیتوں کے لیے الگ کوٹہ مختص ہے۔ یہاں کے مقامی عیسائی مکمل طور پر پاکستانی ہیں یعنی سماجی زندگی اور زبان کے لحاظ سے وہ پاکستانی ہیں۔ ان میں سے اکثر کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہیں، ان کے لباس اور رسم و رواج مسلمانوں سے اس قدر مشابہ ہیں کہ ان میں بعض اوقات امتیاز مشکل ہو جاتا ہے۔

پاکستان میں عیسائیوں کو دستور کے مطابق عیسائیت اختیار کرنے، مذہبی تعلیمات کی پیروی کرنے اور اپنے مذہب کے درس و تدریس کا بنیادی حق حاصل ہے۔ یہ لوگ اپنے تعلیمی اور سماجی ادارے چلانے کے مجاز ہیں۔ عیسائیوں کی مذہبی اور دیگر تنظیموں نے ملک میں بہت سے سکول، کالج، ہسپتال، ڈسپنسریاں، سماجی مراکز اور بہبود کے پروگرام چلا رکھے ہیں۔ عام مسلمانوں اور حکومت کی جانب سے ان اداروں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ہر بڑے شہر میں ان کے کئی اہم ہسپتال اور تعلیمی ادارے قائم ہیں جن سے مسلمان خوب استفادہ کرتے ہیں۔ صرف کیتھولک کلیسا کے زیر انتظام ملک میں ۵۵۲ تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں۔[۳۵]

پاکستان میں کثیر تعداد میں وہ عیسائی آباد ہیں جو ہندو نظام کی اچھوت ذاتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ برطانوی حکومت کے دور میں انہیں عیسائی بنایا گیا تھا لیکن ان کی معاشی و سماجی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی۔ اگرچہ اب بھی ان کی اکثریت مہتری کے پیشہ سے وابستہ ہے مگر انہیں اچھوت سمجھنے کا تصور بتدریج ختم ہورہا ہے، یہ عام مزدور یونینوں میں شامل ہوکر اپنے حقوق کا دفاع کرتے ہیں، سکول اور کالجوں میں انہیں حصول تعلیم کا مساوی حق حاصل ہے، فنی اداروں میں دیگر اقلیتوں کے ساتھ ان کا کوٹہ مختص ہے، خصوصاً نرسنگ کے شعبہ میں مسیحی خواتین کثیر تعداد میں منسلک ہیں اور ان کا معیارِ زندگی کافی بہتر ہے۔ عیسائیوں میں سے جو لوگ مہتری کا کام نہیں کرتے ان کے ساتھ اچھوتوں کا سا برتاؤ بھی کم ہونے لگا ہے۔

سیاسی زندگی

ملکی سیاست میں بھی عیسائیوں کا اہم کردار رہا ہے۔ ۱۹۵۴ء میں مسیحی رہنما جوشوا فضل الدین مغربی

پاکستان اسمبلی کے ڈپٹی وزیر قانون و پارلیمانی امور بنے، مسٹر سی اے گبن نیشنل اسمبلی کے ڈپٹی سیکریٹری تھے، مسٹر پیٹر پال گومز مشرقی پاکستان کے وزیر رہے، مسٹر ڈی بی ایس اے سنگھا نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی اقلیتی ایڈوائزری کمیٹی میں خدمات سر انجام دیں۔ ۳۶ ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے آئین کے آرٹیکل ۵۱ کے تحت قومی اسمبلی میں اقلیتوں کے لیے چھ سیٹیں مختص کیں، ۱۹۷۶ء میں آئین کی چھٹی ترمیم کے تحت چاروں صوبوں میں بھی اقلیتوں کے لیے نشستیں مختص کی گئیں۔ ضیاء حکومت نے ۱۹۸۵ء میں غیر جماعتی انتخابات کرائے جن میں قومی اسمبلی میں چار مسیحی، چار ہندو، پارسی، سکھ اور بلوچستان میں اقلیتوں کے لیے دو دو نشستیں مختص کی گئیں۔ ۳۷ جس سے مسیحی نمائندوں کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں رکنیت اور وزارت کے مواقع ملتے رہے۔

مذہب

پاکستان میں عیسائیوں کے کئی فرقے موجود ہیں جو اپنے اپنے عقیدے اور رسم و رواج پر آزادانہ عمل پیرا ہیں۔ مسلم اکثریت کی جانب سے عموماً ان کے ساتھ اسلامی رواداری کا قابل تعریف مظاہرہ ہوا ہے۔ مسلمان غیر ملکی مشنریوں کی ان سماجی خدمات کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو وہ رفاہ عامہ کے لیے کرتے ہیں۔ ۳۸

پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے ساتھ رواداری برتی جاتی ہے اور کبھی ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش نہیں کی جاتی، جب کہ اقلیتوں کی جانب سے مسلم اکثریت کے جذبات کا زیادہ خیال نہیں رکھا جاتا ہے۔ پاکستان کی اسلامی شناخت کی تو کھلے طور پر مخالفت کی جاتی ہے، مثلاً مارچ ۱۹۴۹ء کو جب وزیر اعظم لیاقت علی خان نے مرکزی قانون ساز اسمبلی کے سامنے قرار داد مقاصد پیش کی تو ہندو ارکان پارلیمنٹ نے پورے شد ومد سے اس کی ایسی تمام شقوں کی مخالفت کی جن میں مذہب کا حوالہ موجود تھا۔ اس آئینی بل کی مخالفت میں پاکستان نیشنل کانگریس، شیڈولڈ کاسٹ فیڈریشن، شیڈولڈ کاسٹ یونائیٹڈ فرنٹ، بدھ مت پارٹی اور کرسچن پارٹی نے بھر پور احتجاج کیا، جس کے نتیجے میں یہ بل منظور نہ ہو سکا۔ ۳۹ قرار داد مقاصد میں مذہبی اقلیتوں کو ہر طرح کا تحفظ دیا گیا تھا مگر وہ مسلم اکثریت کے لیے اس قرار داد میں اسلام کا کوئی حوالہ برداشت نہ کر سکے، شاید حکومت پاکستان پر ان کا اعتماد قائم نہیں ہو سکا اس لیے ہر بات کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور فوراً مخالفت

کرنے لگتے ہیں، مثلاً ۱۹۷۰ء کو صدر یحییٰ خان نے لیگل فریم آرڈر کے تحت مخلوط انتخابات کا اعلان کیا تو پاکستان مسیحی لیگ نے اس فیصلے کے خلاف احتجاجی مظاہرے اور جلسے منعقد کئے۔[۴۰] ۱۹۹۲ء کو نواز حکومت کی وفاقی کابینہ نے انتظامی ضرورت کے تحت قومی شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کے اندراج کی تجویز منظور کی، مسیحیوں نے اس کے خلاف احتجاج شروع کیا اور بھرپور تحریک چلائی جس کے نتیجے میں حکومت کو شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کے اندراج کا فیصلہ واپس لینا پڑا۔[۴۱] ۱۹۹۷ء میں دوبارہ منتخب ہوکر نواز شریف نے پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کی خاطر قومی اسمبلی سے باقاعدہ بل منظور کروا لیا۔ ایک اقلیتی رکن اسمبلی سائمن جیکب اور کرسچن لبریشن فرنٹ نے مل کر آل پارٹیز کانفرنس بلائی جس میں ایک قرار داد کے ذریعے اس شریعت بل کو مسترد کر دیا گیا، اس قرار داد کو لاہور ڈیکلیریشن کا نام دیا گیا۔ اس مخالفت کے نتیجے میں قومی اسمبلی سے منظوری کے باوجود اس بل کو سینٹ میں لانے سے گریز کیا گیا۔[۴۲]

مسلم اکثریت کی مذہبی دل آزاری

پاکستان میں متعدد بار قرآن مجید اور رسالت مآب ﷺ کی توہین کے واقعات پیش آئے ہیں۔ اس پر ۱۹۸۲ء میں دفعہ ۲۹۵-بی کے تحت قرآن مجید کی بے حرمتی کی سزا عمر قید اور ۱۹۸۶ء میں دفعہ ۲۹۶-سی کے تحت توہین رسالت کی سزا موت مقرر کی گئی۔[۴۳] جو ان سنگین جرائم کے لیے لازمی اقدام تھا۔ بعض مسیحی ملزم اس جرم میں گرفتار ہوئے، کچھ پر عدالت میں جرم ثابت ہوا اور سزا سنائی گئی، اگرچہ آج تک اس سزا پر عمل درآمد بھی نہیں ہوا، مگر پاکستان کی مسیحی برادری نے مسلم عوام کی دل آزاری کے مداوے کے بجائے اس جرم کے مرتکب افراد کی حمایت میں بھرپور کوشش کی۔ ان کے احتجاج اور بیرونی ممالک کے دباؤ کے نتیجے میں حکومت کو ۱۹۹۸ء میں توہین رسالت آئین ۲۹۵-سی میں ترمیم کرتے ہوئے اس کے الزام کے تحت کیس کے اندراج کے طریقہ کار میں تبدیلی کرنا پڑی۔[۴۴] حکومت پاکستان اور مسلم عوام کی جانب سے عمومی طور پر رواداری کے باوجو د اقلیتی نمائندہ جماعتوں اور خصوصاً کرسچن لبریشن فرنٹ کا یہ الزام باعث تعجب ہے، مثلاً لکھا ہے:

With ever increasing religious intolerance against the non-Muslim religious minorities, Pakistan remains one of the most glaring examples of religious intolerance in the world.[۴۵]

خلاصہ کلام

بعض لوگوں کی جانب سے اس قسم کے پروپیگنڈے کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں عمومی طور پر تمام مذہبی اقلیتوں کو مکمل امن و تحفظ حاصل ہے، ان کے ساتھ اسلامی رواداری کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔مسلم عوام نے کبھی کسی مذہب کے بانی رہنما یا مقدس کتاب کی بے حرمتی نہیں کی۔ ملکی قانون میں سب مسلم و غیر مسلم شہری مساوی درجہ رکھتے ہیں، عدلیہ کی نظر میں سب پاکستانی برابر ہیں۔یہ لوگ زندگی کے ہر شعبے مثلاً ملازمت، زراعت، صنعت اور تجارت وغیرہ میں آزادانہ حصہ لیتے ہیں اور سماجی طور پر ان کے ساتھ کبھی تعصب و نفرت کا برتاؤ نہیں کیا جاتا ہے۔

حوالہ جات

1. *Quaid-i-Azam M.A.Jinnah, Speeches and Statements, 1947-1948*, (Islamabad: Ministry of Information, 1989), p. 25.
2. Stanley Wolpert, *Jinnah of Pakistan,* (New York: Oxford University Press, 1984), p. 339.

۳- زکریا ساجد، *پاکستان میں نظام اسلام کی کوشش*، لاہور، جدید بک ڈپو، ۱۹۶۷ء، ص ص ۲۵۲، ۲۵۱۔

4. Muhammad Arif Malik, *Ideology and Dynamics of Politics in Pakistan,* (Lahore: Publishers Emporium, 2001), pp. 71-72.
5. I .H.Qureshi, *A Short History of Pakistan*, (Karachi: University of Karachi, 1988), p.899.
6. Richard Symonds, *Making of Pakistan,* (London: Faber And Faber, 1949), p.101.

۷- زکریا ساجد، *پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کی کوشش*، بحوالہ سابقہ، ص ۲۵۸۔

۸- ایم اے ملک، *تاریخ آئین پاکستان ۱۹۰۹ء-۱۹۷۲ء*، لاہور، پی ایل ڈی پبلشرز، ۱۹۹۱ء، ص ص ۵۹، ۵۳۔

۹- ایضاً، ص ص ۵۸، ۵۶۔

۱۰- ایضاً، ص ۵۴۔

۱۱- احمد شفیع چوہدری، *جدید ریاستیں*، لاہور، سٹینڈرڈ بک سنٹر، ۲۰۰۵ء، ص ۳۴۲۔

۱۲- ایم اے ملک، *تاریخ آئین پاکستان ۱۹۰۹ء-۱۹۷۲ء*، بحوالہ سابقہ، ص ص ۸۵، ۸۴۔

۱۳- ایضاً، ص ۱۱۰۔

14. http:// www.pakistan /constitution/part2.ch 1.html[Chapter 1: Fundamental rights]p.1 of 1

۱۵- محمد متین خالد، فتنہ قادیانیت کے عدالتی فیصلے، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۷۰۔

۱۶- وزارت قانون و انصاف، مجموعہ تعزیرات پاکستان، ایکٹ نمبر ۴۵، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء، ص ص ۱۸۰-۱۷۸۔

17. *Ibid.*
18. Sachi N. Brua, *Minorities in Pakistan,* (Karachi: Pakistan Publishers, 1964), p. 6.
19. *Ibid,* p. 7.
20. Shahid Javed Burki, *Historical Dictionary of Pakistan,* (Lahore: 1992) , p. 113.

۲۱- احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، کراچی، مکتبہ دانیال، ۲۰۰۰ء، ص ۳۸۶۔

22. Iqbal Chaudhri, *Pakistani Society,* (Lahore: Aziz Publishers, 1991), p.32.
23. S.K.Gupta, *Hindus in Pakistan,* (Karachi: Pakistan Publishers, 1964), p. 4.
24. Attar Chand, *Pakistan Party Politics Pressure Groups and Minorities,* (Delhi: India Commom Wealth Publications, n.d.), p. 136.
25. Herbert Feldman, *Pakistan An Introduction,* (Karachi ,Oxford University; Press,1968), p. 30.
26. Dada Chandji, *Parsis Ancient and Modern and their Religion,* (Karachi, Pakistan Publishers, 1964), p. 83.

۲۷- سلامی، عبد السلام، سماج کے رہنما، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۷۴۔

28. Dada Chandji, *Parsis Ancient and Modern,* Opcit, p. 85.
29. Herbert Feldman, *Pakistan An Introduction,* Opcit, p. 30.

۳۰- احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، بحوالہ سابقہ، ص ۳۷۰۔

۳۱- ہیکٹر بولائتھو، پاکستان کا بانی محمد علی جناح (ترجمہ زبیر صدیقی) لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۴ء، ص ۳۰۱۔

۳۲- احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، بحوالہ سابقہ، ص ۳۸۲۔

۳۳- ایضاً، ص ۳۸۶۔

۳۴- ندیم، فادر فرانسس، یہ دیس ہمارا ہے، لاہور، ادارہ ہم آہنگ، ستمبر ۱۹۹۷ء، ص ۱۳۔

۳۵- ایضاً، ص ۱۵۔

36. Michel M.R. Chohan, *Christians in Pakistan,* Karachi,Pakistan Publications,p.12

۳۷- احمد سلیم، *پاکستان اور اقلیتیں،* بحوالہ سابقہ، ص ص۳۲۹۔ ۳۲۷ ۔

38. Michel M.R. Chohan, *Christians in Pakistan, op.cit,* p.13.

۳۹- احمد سلیم، *پاکستان اور اقلیتیں،* بحوالہ سابقہ، ص۳۲۴۔

۴۰- ایضاً، ص۳۲۶۔

۴۱- ایضاً، ص ۳۳۰۔

۴۲- ایضاً، ص ص ۳۳۳، ۳۳۲

۴۳- وزارت قانون و انصاف، مجموعہ تعزیرات پاکستان، ایکٹ نمبر ۴۵، بحوالہ بالا، ص ۱۷۹۔

۴۴- پندرہ روزہ کیتھولک نقیب، لاہور، شمارہ نمبر ۱۰، ۱۹۹۸ء، ص:۱۷

45. http://religious freedom.com/articles/blasphemy.hm.p.1 of 5 [Rising Intolerance towards the Religious Minorities of Pakistan] Dated 12.4.05.